سیرت النبی ﷺ سے متعلق قلمی کتاب "الاصطفاء لبیانِ معانی الشفاء" کا تاریخی و تحقیقی جائزہ

An Analytical and Chronological Overview of the Manuscript "Al-Istif ā' libayān e Ma'āni al-Shifā'" about Biography of Prophet Muḥammad (S.A.W)

عبداللہ[i] پروفیسر ڈاکٹر ضیاءاللہ الازہری[ii]

Abstract

Manuscripts are considered as an authentic source of the life of Holy Prophet Muḥammad (S.A.W). The early Muslim historians recorded the life of the Holy Prophet Muḥammad (S.A.W) in this manner. While the later chronologist benefitted these manuscripts. Whenever someone talks about the life of Holy Prophet Muhammad (S.A.W) in the manuscript "al-Istif ā' libayān e Ma' āni al-Shifā' " which is Manus scripted in 935 (A.H) has a discriminate manuscript in all over the world. The first version of this manuscript is available in Turkey, second in Egypt while third is accessible in Dublin (Ireland).The author of this manuscript Shamsuddīn Muḥammad al-Daljii (947 A.H) is a renowned religious figure in Egypt, who is consider to be a great leading scholar of Arabic language. This manuscript has a treasure knowledge about social, political and religious life of the Holy Prophet Muḥammad (S.A.W). Besides this manuscript has left a great impact on our lives and it is one of our assets in the field of recorded life of the Holy Prophet Muḥammad (S.A.W). Now the researcher intended to translate, analysis and contextualized this specific manuscript in order to deliver it to common man. Thus, it will create a prodigious impact in the field of Fiqh-ul- Seerah.

Keywords: Al-Istif ā' libayān e Ma'āni al-Shifā' , Al-Dalji, Manuscript

تمہید

اسلامی مطالعات میں قدیم مخطوطات کو کافی اہمیت حاصل ہے گزشتہ چودہ صدیوں میں اسلامی علوم و فنون کو مخطوطاتی مطالعات نے ہی زندہ وتابندہ رکھا ہے۔ مختلف علوم و فنون سے متعلق علمی مخطوطات ایک گراں قدر اور انمول

---

i پی ایچ.ڈی ریسرچ سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف سیرت سٹڈیز، یونیورسٹی آف پشاور

ii سابق چیئرمین، ڈیپارٹمنٹ آف سیرت سٹڈیز، یونیورسٹی آف پشاور

خزانہ سمجھا جاتا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اپنے اندر علمی دنیا میں ایک نئی کرن اور متنوع معلومات کی برآمدگی کا موجب ہوتا ہے۔ بنابریں سیرتِ رسول ﷺ کی خدمات میں سب سے مستند اور مرکزی خدمت مخطوطہ نویسی ہی ہے۔ قدیم سیرت نگاروں نے اِسی طریقہ سے سیرت کو منضبط کیا؛ اور متاخرین سیرت نگار ان ہی مخطوطات سے استفادہ کرتے رہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ان قدیم نوشتوں کو تنقیح اور تحقیق کے بعد عامۃ الناس کے منفعت کے قابل بنایا جائے۔

قرآنِ کریم کی رو سے سیرتِ رسول ﷺ اسلامی شریعت کا بنیادی منبع و مصدر ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے لئے ایک آئینی اور ہدایتی سرچشمہ کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ سیرتِ نبویؐ کی اِسی ضرورت و اہمیت اور عظمت و رفعت کے پیشِ نظر آغازِ اسلام ہی سے مسلمانوں نے سیرت سے متعلق واقعات اور حقائق کو ایک تاریخی ترتیب کے ساتھ روایت و درایت کے اصولوں کے تحت مرتب کرنے کا پورا پورا اہتمام کیا ہے۔ اقوامِ عالم میں کسی کو اسلام سے پہلے یہ توفیق میسر نہیں ہوئی کہ اپنے پیغمبر کی باتیں صحیح ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکیں۔ ہادیان و مصلحین ادیانِ عالم کے مابین یہ شرف و اعزاز صرف حضرت محمد ﷺ کو حاصل ہے جن کی سیرت کے ایک ایک گوشہ کو پوری صحت و اتصال کے ساتھ صحیح طریق پر مرتب کیا گیا ہے۔

بایں ہمہ سینکڑوں سالوں پر محیط تحریرات سیرتِ رسول ﷺ کے تمام گوشوں کو اپنے اندر سمو دینے سے قاصر ہے بلکہ ہر صدی کی تحریرات سیرتِ نبویؐ سے متعلق ایک نئے پہلو اور ایک نئے گوشہ کو سامنے لاتی رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیرتِ نبویؐ پر کسی بھی تحریر کو آخری اور حتمی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ قرآن کریم نے اگر حضرت محمد ﷺ کے پیغام کو آفاقی اور ان کے ذکر کو رفعت پذیر قرار دیا ہے تو اس کا لازمی مطلب یہی ہے کہ ان کی ذات سے متعلق صدیوں کی تحریرات مذکورہ حوالے سے ایک نہ ختم ہونے والے اور ترقی پذیر عمل کا معمولی سا حصہ ہے۔ جب تک دنیا قائم ہے تب تک اس عظیم شخصیت کی سیرت کے بارے میں تحقیق بھی جاری رہے گی۔

تاریخی جائزہ

سیرتِ طیبہ کی مذکورہ اہمیت کے پیشِ نظر دورِ نبوی ہی میں جہاں قرآنِ کریم اور سنتِ نبویہ کی جمع و ترتیب کا اہتمام کیا گیا؛ وہاں پیدائشِ نبویؐ سے لے کر آپ ﷺ کی وفات تک کی زندگی کو بھی ضبطِ تحریر میں لایا گیا۔ بطورِ موضوع سیرتِ رسول ﷺ پر باقاعدہ تحریرات کا آغاز اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (متوفی ۱۰۱ھ) کے زمانے میں ہوا؛ لیکن اس کے ابتدائی نقوش اس عہد سے پہلے بھی ملتے ہیں۔ اولین کتبِ سیرت کے باقاعدہ مؤلفین مثلاً محمد بن اسحاقؒ (متوفی ۱۵۱ھ) اور ان کے معاصرین سے پہلے ہمیں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین میں بعض ایسے کبار علماء کرام کے نام ملتے ہیں جنہوں

نے مغازی وسیر کے متعدد مجموعے تالیف کئے۔ اگرچہ وہ مجموعے امتدادِ زمانہ سے نادر ہوگئے؛ لیکن ان کے حوالے بعد کے مؤلفین کی کتبِ سیرت میں جابجا نظر آتے ہیں۔ ان اولین سیرت نگاروں میں حضرت عروہ بن زبیرؓ (متوفی (س۔ن))، وہب بن منبہؒ (متوفی ۱۱۰ھ)، عاصم بن عمر قتادہؒ (متوفی ۱۲۰ھ)، شرحبیل بن سعدؒ (متوفی ۱۲۳ھ)، ابن شہاب زہریؒ (متوفی ۱۲۴ھ)، عبد اللہ بن ابی بکر (متوفی ۱۳۵ھ)، موسیٰ بن عقبہ (متوفی ۱۴۱ھ)، معمر بن راشدؒ (متوفی ۱۵۳ھ)، ابومعشر السندیؒ (متوفی ۱۷۰ھ)، ابو الاسود محمد بن عبدالرحمنؒ (متوفی ۱۷۰ھ) اور معمر بن سلیمان بن طرحانؒ (متوفی ۱۹۱ھ) رحمہم اللہ عنہم اجمعین وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

اِن حضرات کے بعد اس قسم کی تحریرات کا ایک تانتا لگ گیا؛ یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ اِسی ابتدائی ضبط کی اساس پر پہلی صدی ہجری کے اواخر میں باقاعدہ سیرت نِگاری کا آغاز ہوا۔ اِس ضمن میں پہلی صدی ہجری میں حضرت ابان بن عثمانؓ (متوفی ۱۰۰ھ) دوسری صدی ہجری میں محمد بن اسحاقؒ (متوفی ۱۵۱ھ) اور تیسری صدی ہجری میں محمد بن عمر الواقدیؒ (متوفی ۲۰۷ھ)، عبدالملک بن ہشامؒ (متوفی ۲۱۸ھ) اور محمد بن سعدؒ (متوفی ۲۳۰ھ) ان لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے متعلق واقعات کو تاریخی ترتیب سے ضبط کیا۔

بعد ازاں اگر پورے عالمِ اسلام میں سیرتِ رسول ﷺ پر پانچویں صدی ہجری میں تحریر کی گئی قاضی عیاض بن موسی بن عیاض بن عمرون الیحصبی السبتیؒ (متوفی ۵۴۴ھ) کی شہرہ آفاق کتاب "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ" کی شروحات کا بنظرِ غائر تاریخی جائزہ لیا جائے؛ تو فنون وکتب سے متعلق مشہور کتاب "کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" کے مؤلف حاجی خلیفہ کے بقول سب سے پہلی شرح "الاکتفا فی شرح الفاظ الشفا" کے نام سے آٹھویں صدی میں تاج الدین عبدالباقی الیمنیؒ (متوفی ۷۴۳ھ) نے تحریر کی۔ ان کے بعد محمد بن احمد الاسنویؒ اور احمد التلمسانیؒ کی شروحات کا تذکرہ آتا ہے۔ اِسی طرح محمد بن علی بن ابی الشریف الحسنیؒ کی دو جلدوں میں لکھی گئی "المنہل الاصفی فی شرح ما تمس الحاجة الیه من الفاظ الشفا" کا سراغ بھی ملتا ہے[1]۔

مزید برآں ان کے بعد نویں صدی میں سِبطِ ابن العجمیؒ نے "المقتفی فی ضبط الفاظ الشفا"، محمد بن خلیل القباقبیؒ نے "زبدة المقتفی فی تخریج الفاظ الشفا"، احمد الشمنیؒ نے "مزیل الخفا عن الفاظ الشفا" اور عبداللہ الزموریؒ نے "اللبس والخفا عن الفاظ الشفا" تحریر کیں۔ پھر دسویں اور گیارہویں صدی میں شمس الدین محمد الدلجیؒ نے "الاصطفاء لبیان معانی الشفاء"، عیسی الصفویؒ اور ملا علی قاریؒ نے "شرح الشفاء" لکھیں۔ ان کے بعد عمر بن

عبد الوھاب العرضیؒ نے تین جلدوں میں "فتح الغفار بما اکرم اللہ به نبیه المختار"، احمد بن محمد بن عمر الخفاجیؒ نے چار جلدوں میں "نسیم الریاض فی شرح الشفا للقاضی عیاض" اور گیارہویں صدی کے اواخر میں تین ہی ضخیم جلدوں میں علی بن احمد الحریشیؒ نے "شرح الشفاء" زیبِ قرطاس کی۔

اِسی طرح بارہویں صدی میں نجیب العینتابیؒ نے محمد بن مصطفی القونویؒ کے ساتھ مل کر ایک متوسط جسامت کی شرح تحریر کی؛ علاوہ ازیں اِسی صدی میں خالد العرضیؒ کی چار ضخیم جلدوں میں لکھی گئی ایک شرح کا سراغ بھی ملتا ہے۔ بعد ازاں تیرہویں صدی میں حسن العدوی الحمزاویؒ نے "المدد الفیاض شرح علی الشفا للقاضی عیاض" کے نام سے ایک شرح رقم کی۔ آخرُ الامر لڑی میں پروئے گئے موتیوں کی طرح "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ" کی شروحات و تعلیقات کی انشاء پردازی کا یہ سلسلۃ الذہب چودھویں صدی میں محمد التہامیؒ کی "تعلیق علی الشفا سماہ المنھل الاصفی" اور بدرالدین الحسنیؒ کی "شرح الشفاء" پر آکر اپنے اختتام کو پہنچتا ہے۔

مزید برآں علامہ خیر الدین زِرِکلی نے "الاعلام" اور عمر رضا کحالہ نے "معجمُ المؤلفین" میں "الشفاء" پر لکھی جانے والی تقریباً پینتیس سے زائد شروحات، تلخیصات اور تعلیقات کا ذکر کیا ہے؛ جن میں نادر و نایاب علمی نکات اور لغوی خوبیوں کے لحاظ سے سرِ فہرست 935ھ میں تصنیف کی گئی شرح "الاصطفاء لبیان معانی الشفاء" ہے۔ مذکورہ مخطوطہ کے مصنف "شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن احمد الدلجی الشافعیؒ" سرزمینِ مصر کے اُن نابغہ روزگار شخصیات میں سے ہیں جو اسلام کی تہذیبی و ثقافتی تاریخ میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ آپ جملہ عربی علوم و فنون میں اپنے زمانے کے یکتائے روزگار سمجھے جاتے تھے۔ آپ نے اپنے وقت کے مشہور اساطینِ علم سے اکتسابِ فیض کیا ہے؛ جن میں حافظ برھان الدین الناجیؒ، قاضی ناصر الدین بن زریق الحنبلیؒ اور امام المحدث شمس الدین السخاویؒ کے نام قابلِ ذکر ہیں[2]۔

اِن کا زیرِ نظر مخطوطہ اپنے اندر سیرت سے متعلق علمی نکات اور تاریخی و ثقافتی حقائق کا ایک خزانہ رکھتی ہے۔ ذہن نشین رہے! سیرتِ رسول ﷺ پر جو مستند کتابیں آج اہلِ علم کے درمیان متداول ہیں؛ ان میں "الشفاء" کا مقام و مرتبہ بہت بلند و بالا ہے۔ اس کی علمی ندرت اور قدر و قامت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اپنی تالیف کے دور سے لے کر آج تک عالمِ اسلام میں یہ کتاب مشہور و مروج ہے؛ اور اہلِ علم برابر اِس سے استفادہ کرتے آرہے ہیں۔ اِس کتاب کی اِسی علمی قدر و منزلت کے باعث عالمِ اسلام کے کئی جید علماء کرام نے اس پر شروح و تعلیقات رقم کیں۔

سرزمینِ مصر میں جس نابغہ روزگار شخصیت نے اِس کتاب کو علماء اور طلبہ کے لئے عام فہم اور مفید تر بنانے کے لئے اوّلین شرح لکھنے کا اعزاز حاصل کیا؛ دنیا انہیں "امام شمس الدین محمد الدلجیؒ" کے نام سے جانتی ہے۔ علامہ موصوفؒ نے اس کتاب کی ایک مفصل اور جامع شرح "الاصطفاء لبیان معانی الشفاء" کے نام سے تحریر کی؛ جو اس کتاب کی دیگر شروح میں اپنے عام فہم انداز و اسلوب، سلیس عبارت، نادر و نایاب علمی نکات اور لغوی خوبیوں کے لحاظ سے سب سے عمدہ، وقیع اور مفید ترین شرح ہے۔ اِس نادر قلمی کتاب کے مطالعے سے ہم بآسانی اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ شارح علام نے متنِ کتاب کی لغوی و معنوی تحلیل کرنے کے ساتھ ساتھ مشکل عبارات کو قارئین کے لئے سہل اور آسان تر بنانے کے سلسلے میں حد درجہ کدّ و کاوش کی ہے نیز شارح کا اسلوبِ تحریر بہت عمدہ اور علمی و ادبی حلاوت و چاشنی سے بھرپور ہے۔

حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ جیسے مہتم بالشان موضوع سے متعلق یہ مخطوطہ چار اقسام پر مشتمل ہے؛ بایں طور ہر قسم متعدد ابواب اور فصول میں منحصر ہے۔ ملحوظِ خاطر رہے! کہ قسمِ سوم اس کتاب کا رأس المال اور لُبِّ لُباب ہے۔ اس سے ما قبل کی دو اقسام اس کے لئے دیباچہ و تمہید، جبکہ مابعد کی قسمِ چہارم ضمیمہ و تکملہ کی حیثیت رکھتی ہے؛ علاوہ ازیں بقولِ مصنف اِس کتاب کی تصنیف و تالیف کا اصل باعث و موجب بھی یہی قسمِ سوم ہے جس سے اس کی اہمیت و ندرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

یہ قلمی کتاب سرزمینِ مصر کے ایک صاحبِ علم فرزند کی طرف سے سیرۃ النبوی ﷺ میں ایک متواضع مگر جلیل القدر حصہ ہے؛ اور عالمِ اسلام میں اِس موضوع پر تحریر کئے جانے والی دیگر کتابوں کے ساتھ اِس کا موازنہ و مقابلہ کیا جائے تو اِسکا مقام کافی نمایاں نظر آتا ہے۔ یہ قلمی کتاب در حقیقت ان علمی کارناموں میں سے ہے جنہیں علماء اسلام نے ہمارے لئے قیمتی ورثے کے طور پر چھوڑا؛ نیز سرزمینِ مصر کے علماء نے اسلامی ثقافت کی زرخیزی اور اسلامی علوم کی ترقی میں جو فعال اور عملی حصہ لیا؛ یہ مخطوطہ اس پر عمدہ دلیل ہے۔ اِس قلمی کتاب کے انہی خصائص کو سامنے رکھتے ہوئے اُردو ترجمہ کے ساتھ ساتھ اس کے تجزیاتی مطالعہ اور تحقیق و تدوین کا ارادہ کیا گیا ہے تاکہ ان قدیم نوشتوں کی کثیر علمی و ادبی اور دینی و ثقافتی افادیت کے پیشِ نظر ان کو گوشہ گمنامی سے نکال کر علمی و تحقیقی انداز میں شائع کر کے منظرِ عام پر لایا جائے؛ اور یوں زمانہ حال کے فرزندانِ اسلام اور ہماری آئندہ آنے والی نسلیں اپنے آباء و اجداد کے علمی کارناموں سے آگاہ ہو کر ان سے کما حقہ استفادہ کر سکیں۔

مذکورہ مخطوطہ کے متنوع نسخہ جات کا اجمالی تعارف

شب و روز کی پیہم کد و کاوش کے بعد اس بات کا پتہ چلایا جاسکا ہے کہ مخطوطہ "الاصطفاء لبیان معانی الشفاء" کے چار نسخے سعودی عرب، دو ترکی، دو مصر، دو فاس (مراکش) اور ایک ایک نسخہ آئرلینڈ، کویت، روس، المانیا اور پاکستان

میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں متحدہ عرب امارات میں بھی اِس مخطوطہ کے چھ نسخوں کی سافٹ کاپی "مرکز جمعة الماجد للثقافة والتراث" کے پاس دستیاب ہے؛ ذہن نشین رہے کہ ان میں سے اکثر نسخہ جات نامکمل ہیں اور امتدادِ زمانہ کے ساتھ ان نسخوں کے شروع اور آخر کے اوراق بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو چکے ہیں جن سے استفادہ اب ممکن نہیں رہا[3]۔

مزید برآں پوری دنیا میں مذکورہ مخطوطہ کے اب تک صرف تین قابل استفادہ مکمل قلمی نسخوں کا سراغ ملا ہے؛ جن میں سے پہلا نسخہ مغربی ایشیاء میں ترکی کے شہر "استنبول" میں "مكتبة السليمانية" کے اندر (209) رقمُ المادہ کے تحت، دوسرا نسخہ مشرقِ وسطیٰ میں مصر کے شہر "قاہرہ" میں "مكتبة الازهرية" کے اندر (1853) رقمُ الحفظ کے تحت اور تیسرا نسخہ یورپ میں آئرلینڈ کے شہر "ڈبلن" کی "چسٹر بیٹی لائبریری" میں انڈیکس نمبر (3448) کے تحت دستیاب ہے۔ جُہد بلیغ کے باوصف درجِ بالا نسخوں کے علاوہ اس مخطوطہ کا کوئی اور قابل استفادہ مکمل خطی نسخہ محققین کے علم میں نہیں آسکا۔ والله أعلم بالصواب! ذیل میں دنیا کے مختلف ممالک کے ان مکتبوں اور لائبریریوں کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے؛ جہاں مذکورہ مخطوطہ کے قلمی نسخے دستیاب ہیں۔

نسخ في العَالَم

- اسم المكتبة: السليمانيه، اسم الدولة: تركيا، اسم المدينة: استانبول، رقم الحفظ: 209
- اسم المكتبة: شستربيتي، اسم الدولة: ايرلندا، اسم المدينة: دبلن، رقم الحفظ: 2/ 3448
- اسم المكتبة: دار العلوم اسلاميه، اسم الدولة: باكستان، اسم المدينة: بشاور، رقم الحفظ: 312
- اسم المكتبة: خزانة القرويين، اسم الدولة: المغرب، اسم المدينة: فاس، رقم التسلسل: 266
- اسم المكتبة: جوتا، اسم الدولة: المانيا، اسم المدينة: جوتا، رقم الحفظ: 282
- اسم المكتبة: دار الكتب المصريه، اسم الدولة: مصر، اسم المدينة: القاهره، رقم الحفظ: 1/ 245، 288
- اسم المكتبة: داماد زاده، اسم الدولة: تركيا، اسم المدينة: استانبول، رقم الحفظ: 76، 454
- اسم المكتبة: خزانة القرويين، اسم الدولة: المغرب، اسم المدينة: فاس، رقم الحفظ: 686
- اسم المكتبة: المكتبة المحموديه، اسم الدولة: المملكة السعوديه، اسم المدينة: المدينة المنورة، رقم الحفظ: 2014
- اسم المكتبة: معهد الدراسات الشرقيه، اسم الدولة: روسيا، اسم المدينة: سان بطرسبورج، رقم الحفظ: 934
- اسم المكتبة: المكتبة المركزيه، اسم الدولة: المملكة السعوديه، اسم المدينة: الرياض، رقم الحفظ: 6283/ف

- اسم المكتبة: مكتبة تامصغرات الفلميه، اسم الدولة: المملكة السعوديه، اسم المدينة: المدينة المنورة، رقم الحفظ: 8739
- اسم المكتبة: مكتبة المخطوطات، اسم الدولة: الكويت، اسم المدينة: الكويت، رقم الحفظ: 1947 م ك، عن شستربيتي 3448
- اسم المكتبة: المكتبة الازهريه، اسم الدولة: مصر، اسم المدينة: القاهره، رقم الحفظ: [1853] 20448، [3011] زكي 40607
- اسم المكتبة: مركز البحث العلمي واحياء التراث الاسلامي، اسم الدولة: المملكة السعوديه، اسم المدينة: مكة المكرمة، رقم الحفظ: 165 عن الازهريه: 1853

i. قلمی کتاب کے بیانات و کوائف

کاتب و تاریخِ کتابت

مذکورہ مخطوطہ کے نسخہ اول کے کاتب "الحاج مصطفیٰ العاطف ؒ"، نسخہ ثانی کے ناسخ "الحقی عبد الباقی الحنفی بن محمد المادح المنصوری ؒ" اور نسخہ ثالث کے کاتب "احمد بن محمد بن ابی القاسم بن علی بن احمد بن محمد ؒ" ہیں؛ تینوں نسخوں کے ابتدائی اور آخری صفحات پر ناسخین کی تصریح بقلمِ خود موجود ہے۔

مزید برآں مذکورہ مخطوطہ کے نسخہ اول کے کاتب "الحاج مصطفیٰ العاطف ؒ" 975ھ بمطابق 1567ء کو نسخہ ہذا کی کتابت سے فارغ ہوئے؛ نسخہ ثانی کے ناسخ "الحقی عبد الباقی الحنفی بن محمد المادح المنصوری ؒ" 1036ھ بمطابق 1627ء میں سال کے اوائل میں محرم الحرام کی سترہویں (۱۷) تاریخ کو بروزِ پیر مذکورہ نسخہ کی نوشت سے بے نیاز ہوئے۔ جبکہ نسخہ ثالث کے کاتب "احمد بن محمد بن ابی القاسم بن علی بن احمد بن محمد ؒ" 1062ھ بمطابق 1652ء میں ذی القعدہ کے اوائل میں نسخہ ہذا کی کتابت سے آسودہ حال ہوئے۔

علاوہ ازیں "لُباب المعارف العلمية فی مكتبة دار العلوم الاسلامية" کی تصریح کے مطابق مؤلفِ مخطوطہ علامہ شمس الدین محمد الدَلجی ؒ 935ھ بمطابق 1528ء میں شوال کی بارہویں (۱۲) تاریخ کو بروزِ جمعۃُ المبارک بعد از نمازِ عصر مذکورہ مخطوطہ کی نوشت سے فارغ ہوئے۔ اِس بات کی صداقت کی بین دلیل یہ ہے کہ اِس مخطوطہ کے تمام معلوم کاتبین و ناسخین نے اپنے اپنے نسخوں کے آخر میں مخطوطہ ہذا کی تالیف کی ہو بہو یہی تاریخ درج کی ہے[4]۔

رسمُ الخط اور حجم (طول و عرض)

مخطوطہ ہذا کے نسخہ ثالث کا جلدِ اول عربی رسمُ الخط " خطِ دیوانی" اور جلدِ دوم "خطِ نسخ" جبکہ نسخہ اول و ثانی دونوں مکمل "خطِ نسخ" میں کالی روشنائی سے متوسط درجہ خوشخط تحریر کئے گئے ہیں؛ بنابریں تینوں نسخوں میں شروع سے لے کر آخر تک " متنِ کتاب" کو سُرخ سیاہی سے ممتاز بھی کیا گیا ہے۔

نیز مذکورہ مخطوطہ کے نسخہ اول کا حجم یعنی لمبائی تقریباً نو (۹) انچ اور چوڑائی چھ (۶) انچ، نسخہ ثانی کا طول تقریباً سات (۷) انچ اور عرض ساڑھے چار انچ (۲/۱ ۴) جبکہ نسخہ ثالث کی لمبائی تقریباً آٹھ (۸) انچ اور چوڑائی پانچ (۵) انچ ہے۔ بنابریں تینوں نسخوں کے اطراف میں تقریباً ایک ایک انچ کا فاصلہ بھی چھوڑا گیا ہے جس میں ہمیں ورق نمبر کے ساتھ ساتھ بعض مشکل الفاظ کی نادر تشریح ملتی ہے۔

مسطر اور اوراق کی تعداد

زیرِ نظر مخطوطہ کا نسخہ اول بڑے سائز کے تقریباً چار سو چودہ (1414) اوراق، نسخہ ثانی تقریباً چار سو ستر (470) اوراق اور نسخہ ثالث تقریباً چار سو اڑتالیس (448) اوراق پر مشتمل ہے۔ مزید برآں مخطوطہ کے نسخہ اول و نسخہ ثانی کا مسطر یعنی ہر صفحہ پر سطروں کی تعداد اکتیس (31) ہے؛ نسخہ اول کے ہر لائن میں تقریباً گیارہ (11) سے لے کر سولہ (16) تک اور نسخہ ثانی کے ہر لائن میں تقریباً نو (9) سے لے کر چودہ (14) تک الفاظ ہیں؛ اِس حساب سے نسخہ اول کے ایک صفحہ میں تخمیناً تین سو اکتالیس (341) سے لے کر چار سو چھیانوے (496) تک اور نسخہ ثانی کے ایک صفحہ میں تخمیناً دو سو اناسی (279) سے لے کر چار سو چونتیس (434) تک الفاظ آتے ہیں۔

جبکہ نسخہ ثالث کا مسطر یعنی ہر صفحہ پر سطروں کی تعداد غیر معین ہے مثلاً: (33، 34، 35، 36) وغیرہ؛ البتہ اوسطاً ہر صفحے پر سطروں کی تعداد پینتیس (35) بنتی ہے۔ جبکہ ہر لائن میں تقریباً نو (9) سے لے کر تیرہ (13) تک الفاظ ہیں؛ اِس حساب سے ایک صفحے میں تخمیناً تین سو پندرہ (315) سے لے کر چار سو پچپن (455) تک الفاظ آتے ہیں۔

وصف وہیئت

مذکورہ مخطوطہ کے تینوں نسخہ جات بحیثیتِ مجموعی ٹھیک ٹھاک حالت میں ہیں؛ نا ہی کچھ صفحات ناقص و ساقط ہیں اور نا ہی اوراق میں کہیں تقدیم و تاخیر واقع ہوئی ہے؛ البتہ امتدادِ زمانہ کے ساتھ اوراق کافی بوسیدہ ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے، تو پتہ چلتا ہے کہ نسخہ ثالث کے جلدِ اول پر کسی سیال مادے مثلاً پانی وغیرہ کے گرنے کی وجہ سے اس کے

ابتدائی صفحات کی سیاہی کا رنگ کچھ متغیر ہو گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

ii. قلمی کتاب کا تحقیقی مطالعہ اور خصائص

مخطوطہ کے رموز و اشارات اور اصطلاحات کی تفصیل

تلاشِ بسیار کے بعد پوری دنیا میں مذکورہ مخطوطہ کے اب تک صرف تین قابل استفادہ مکمل قلمی نسخوں کا سراغ ملا ہے؛ جہدِ بلیغ کے باوصف مذکورہ قلمی نسخوں کے علاوہ اس مخطوطہ کا کوئی اور مکمل خطی نسخہ محققین کے علم میں نہیں آ سکا۔ درجِ بالا نسخوں کے کاتبین نے اپنے اپنے نسخوں میں متعدد رموز و اشارات کا استعمال کیا ہے۔ مذکورہ قلمی کتاب سے مکمل استفادہ اور ناسخین کے طرزِ تحریر سے متعلق آگہی حاصل کرنے کے لئے ان اصطلاحات کا جاننا از بس ضروری ہے۔ ذیل میں مذکورہ قلمی نسخوں کے رموز و اشارات اور اصطلاحات کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

I. نوشتہ ہذا کے نسخہ ثانی کے کاتب تقلیبِ لفظی یعنی الفاظ کی تقدیم تاخیر کی صورت میں عبارت کے ابتداء اور انتہاء میں حرفِ "م ، م" کا اشارہ ڈالتے ہیں۔ قرینِ قیاس یہ ہے کہ قرونِ اولی میں کاتبین کے مابین دورانِ کتابت تقلیبِ لفظی کی نشاندہی کے لئے حرفِ "م ، م" کا اشارہ استعمال کرنا متداول ہو گا۔ کیونکہ نسخہ ثالث کے کاتب نے بھی بعض مواقع پر اس اشارہ کا استعمال کیا ہے۔ ملحوظِ خاطر رہے کہ نسخہ اول کے کاتب نے اس رمز کا استعمال نہیں کیا؛ بایں ہمہ نسخہ اول میں تقلیبِ لفظی یعنی الفاظ کی تقدیم تاخیر کی غلطیاں وقوع پذیر ہیں۔

II. نوشتہ ہذا کے نسخہ ثالث کے کاتب بعض جگہوں پر لفظ "مطلب" حاشیہ میں تحریر کرتے ہیں قرینِ قیاس یہ ہے کہ یہ جگہ جائے طلب ہے یعنی یہاں پر کوئی نکتہ وغیرہ غور طلب ہے۔

III. نوشتہ ہذا کے نسخہ اول و نسخہ ثالث کے کاتب متدل آیت کو دوبارہ ذکر کرتے وقت پوری آیت کی بجائے صرف محل استشہاد کا ذکر کرتے ہیں جبکہ نسخہ ثانی کے کاتب متدل آیت کو دوبارہ بھی مکمل ذکر کرتے ہیں۔

IV. نوشتہ ہذا کے نسخہ اول کے کاتب کبھی کبھی تعلیل کو نظر انداز کر کے لفظ اصلا تحریر کرتے ہیں۔

V. نوشتہ ہذا کے نسخہ اول و ثالث کے کاتب فعل اور فاعل میں تذکیر و تانیث کی مطابقت کا اہتمام کرتے ہیں جبکہ نسخہ ثانی کے کاتب چنداں التزام نہیں کرتے۔

VI. کاتبِ نسخہ ثانی بسا اوقات تجنیسِ خطی یعنی لفظی اشتباہ کی بنیاد پر تسامح کا شکار ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے بعض اوقات چند سطور کتابت سے رہ جاتی ہیں۔

VII. نسخہ ثانی کے کاتب دیگر نسخوں کے کاتبین کی بنسبت نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے نام مبارک کے ساتھ ہر جگہ درود یعنی "ﷺ" کا بطورِ خاص اہتمام والتزام کرتے ہیں۔

VIII. نسخہ ثانی کے کاتب کبھی کبھار ایک لفظ لکھ کر اس سے دو الفاظ مراد لیتے ہیں یعنی حروف یا نقطوں کی کمی بیشی کے ذریعے ایک لفظ سے بیک وقت دو معنی مرادی اخذ کرنے کا احتمال پیدا کر دیتے ہیں۔

IX. نسخہ ثانی کے کاتب نے اکثر جگہوں پر ترقیم یعنی (Punctuation) کا خصوصی اہتمام کیا ہے جبکہ دیگر نسخہ جات میں اس کا التزام نظر نہیں آتا۔

X. نسخہ ثالث کے کاتب دورانِ کتابت حرفِ "ل" اور "ک" اور حرفِ "م" اور "و" میں کوئی فرق ملحوظ نہیں رکھتے۔ نیز حرفِ "ف" اور "ق" میں بھی امتیاز کا خیال نہیں رکھتے؛ مزید برآں مذکورہ دونوں حروف کے نقطے اوپر کی بجائے حرف کے نیچے ڈالتے ہیں۔

XI. نسخہ ثالث کے کاتب دوسرے ناسخین کی بنسبت متن کی تشریح کے لئے مختص لفظ "ای" کو اکثر جگہوں پر تحریر نہیں کرتے۔

XII. نسخہ ثالث کے کاتب حروف پر نقطے ڈالنے کا بھی چنداں التزام نہیں کرتے؛ بایں معنی اکثر الفاظ غیر منقوط لکھتے ہیں۔

XIII. نوشتہ ہذا کے تینوں نسخہ جات کی عبارات کے مابین بسا اوقات لفظی اختلاف ہوتا ہے مگر معنوی اختلاف نہیں ہوتا۔ بالفاظِ دیگر مفہوم سب کا ایک ہوتا ہے البتہ کاتبین اظہارِ معنی کے لئے الفاظ مختلف استعمال کرتے ہیں۔

مؤلف مخطوطہ کا طریقہ تالیف اور اسلوبِ تحریر

مؤلفِ مخطوطہ علامہ شمس الدین محمد الدلجیؒ کا طرزِ تحریر یہ ہے کہ متعلقہ کتاب سے ایک قول کو نقل کرکے اول بذاتِ خود اِس کی لغوی و صرفی توضیح فرماتے ہیں؛ پھر اِس قول (دعویٰ) کے اثبات میں بالترتیب دلائلِ نقلیہ و عقلیہ کا آغاز کرتے ہیں۔ چنانچہ دلائلِ نقلیہ کے ذیل میں صحاحِ ستہ سے چند احادیثِ مبارکہ بمع مختلف آئمہ کرام کی تشریحات و توضیحات کے ذکر کرتے ہیں۔ پھر دلائلِ عقلیہ کو فوائد میں منقسم کرکے بیان فرماتے ہیں؛ اور اِن فوائد کے ذیل میں ایسے عجب لطائف علمیّہ و غرائبِ نحویہ ذکر کرتے چلے جاتے ہیں جو روشنائی سے صفحہ قرطاس پر لکھنے کی بجائے سونے کے ٹکڑے سے آنکھ کی پتلی پر تحریر کئے جانے کے لائق ہیں۔ بعد ازاں مفصلاً بحث کے بعد اختتامیہ میں متعلقہ مبحث کا دوٹوک خلاصہ پیش کر دیتے ہیں۔ ذیل میں شارح یعنی علامہ شمس الدین محمد الدلجی رحمہ اللہ کے طریقہ تالیف اور اسلوبِ تحریر پر نکات کی صورت میں روشنی ڈالی جاتی ہے۔

1. شارح علیہ الرحمہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسمِ مظہر کے ساتھ درود لکھنے کا اہتمام نہیں کرتے؛ جبکہ اسمِ ضمیر کے ساتھ درود لکھنے کا التزام کرتے ہیں۔
2. شارح علیہ الرحمہ نے درود کا اہتمام ضمائر کے ساتھ وہاں زیادہ کیا ہے جہاں دیگر احتمالات کا شائبہ موجود تھا؛ مگر جہاں ضمائر میں دیگر احتمالات نہیں تھے وہاں شارح نے درود کا اہتمام بھی نہیں کیا۔
3. شارح علیہ الرحمہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے نامِ مبارک کے ساتھ بھی درود یعنی "ﷺ" کا اضافہ کیا ہے جو ان کا تفرد معلوم ہوتا ہے۔ نیز مطلق لفظ "انبیاء" کے ساتھ "صلوات الله وسلامه عليهم" ذکر کرتے ہیں۔
4. شارح علیہ الرحمہ نے متن کی شرح کرتے ہوئے زیادہ زور فقہ السیرہ یعنی حلِ عبارت و تراکیب اور الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق پر دیا ہے جبکہ اپنی رائے بہت کم جگہوں پر ظاہر کی ہے۔
5. شارح علیہ الرحمہ نے شرح میں بعض جگہوں پر غیر عربی/ عجمی الفاظ کا استعمال بھی کیا ہے۔
6. شارح علیہ الرحمہ بسا اوقات روایت ذکر کرنے کے بعد اپنی عاجزانہ شان کے اظہار کے لئے آخر میں "ولم ادر من رواه" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔
7. شارح علیہ الرحمہ متن کی تشریح کرتے ہوئے لفظ "ای" کا استعمال بکثرت کرتے ہیں۔
8. شارح علیہ الرحمہ بذاتِ خود شافعی المسلک ہونے کی وجہ سے امام شافعی رحمہ اللہ کا نام یا کسی مسئلہ میں ان کا مذہب بیان کرتے وقت نہایت احترام کے القابات استعمال کرتے ہیں مثلاً: "قول الامام ناصر السنة الشافعي رحمه الله" وغیرہ۔
9. شارح علیہ الرحمہ بسا اوقات شرح میں دیگر مسالک کی بنسبت مسلکِ شافعی کے دلائل بطورِ خاص بیان کرتے ہیں؛ نیز اکثر جگہوں پر مذہبِ شافعی ذکر کرنے اور اس پر استدلال کرنے کے بعد آخر میں ان ہی کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

کاتبِ مخطوطہ کا طرزِ تحریر اور طریقہ تالیف

- کاتبِ مخطوطہ ہذا کا اسلوبِ تحریر یہ ہے کہ جدید متداول طرز کی بجائے "عمن" کو "عم من" اور "اَنْ لَا" کو "الَّا" لکھتے ہیں۔ نیز لفظ "يا رَسُوْلَ الله" میں حرفِ ندا کو متداول طرزِ تحریر کے موافق الگ لکھنے کی بجائے ایک ساتھ "يرَسُوْلَ الله" لکھتے ہیں۔ ذہن نشین رہے! محققین نے اِس طرح کے دیگر تمام الفاظ کو تجنیسِ خطی سے احتراز اور اشتباہ میں پڑنے سے بچنے کی خاطر جدید متداول طرز پر رقم کیا ہے تاکہ ممکنہ حد تک لفظی و معنوی غلطی سے بچا جا سکے۔

- کاتبِ مخطوطہ ہذا ہائے ضمیر اور تائے مدورہ میں فرق ملحوظ نہیں رکھتے۔
- کاتبِ ہذا سے مذکورہ مخطوطہ کی کتابت میں سماعی اور تجویدی غلطیاں بکثرت وقوع پذیر ہوئی ہیں۔
- کاتبِ مخطوطہ ہذا صحابہ کرام کے نام مبارک کے ساتھ "رضی الله عنه" کا التزام نہیں کرتے۔
- کاتبِ مذکور ہمزہ قطعی اور ہمزہ وصلی میں فرق بھی ملحوظ نہیں رکھتے۔
- کاتبِ مخطوطہ ہذا نے ابواب کی نمبر نگ تو کی ہے لیکن فصول کی نمبر نگ نہیں کی۔ بنا بریں مضامین کے تنوع کے اعتبار سے "الشفاء بتعريف حقوق المصطفیٰ" کے جدید متداول نسخہ جات اور مذکورہ مخطوطہ کے تقابلی جائزہ کے دوران فصول کی تعداد میں کمی بیشی دیکھنے میں آئی ہے۔
- کاتبِ مخطوطہ ہذا نے مخطوطہ کے کناروں پر اضافی حواشی بھی تحریر کئے ہیں جس میں ہمیں علمی نکات اور توضیحات کے ساتھ ساتھ بعض الفاظ و تراکیب کی انتہائی نادر تشریح بھی ملتی ہے نیز بعض مقامات پر کاتب نے حاشیہ تحریر کرنے میں انتہائی بسط و شرح سے کام لیا ہے جو ان کے ذوقِ سلیم اور جلالتِ علمی کا ایک بیّن ثبوت ہے۔

iii. مؤلفِ مخطوطہ کا تعارف

حالاتِ زندگی

امام الدلجیؒ کا پورا نام ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن احمد الدلجی العثمانی الشافعی ہے۔ آپ 860ھ بمطابق 1456ء کو مصر کے ایک گاؤں "دلجہ" میں یتیمی کی حالت میں پیدا ہوئے؛ اور اسی کی نسبت سے "الدلجی" کہلائے[5] آپ نے "دلجہ" ہی میں اپنی ابتدائی تعلیم و تربیت مکمل کی۔ زُود فہم ہونے کی وجہ سے کم عمری ہی میں قرآنِ مجید حفظ کر لیا؛ پھر اپنے چچا کے ساتھ قاہرہ تشریف لے گئے؛ جہاں مشہورِ زمانہ "جامعۃ الازھر" میں ایک سال گزارا؛ اور اپنے زمانے کی مرّوجہ بنیادی کتابیں پڑھیں[6]۔ جامعۃ الازہر میں ایک سال گزارنے کے بعد تنِ تنہا شام تشریف لے گئے اور وہاں کچھ عرصہ مقیم رہ کر تحصیل علم کی۔ دریں اثناء حلب کا رختِ سفر باندھا؛ جہاں تقریباً چار سال تک مختلف ائمہ کرام کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے۔ بعد ازاں دمشق تشریف لے گئے؛ جہاں تیس سال کا طویل عرصہ گزار کر وقت کے کبار علماء کرام و شیوخِ عظام سے علمی استفادہ کیا۔ اس کے بعد بلادِ روم و ترک کی طرف عازم سفر ہوئے اور وہاں کے جید علماء کرام سے مستفید ہوئے[7]۔

آخرُ الامر علم کے ساتھ ساتھ حجِ بیتُ اللہ کا شوق انہیں مکہ مکرمہ لے آیا؛ جہاں حجِ مبرور کی سعادت حاصل کرنے کے بعد مشہورِ زمانہ "قاضی" کے درس میں حاضر ہو کر ان سے پابندی کے ساتھ پڑھنا شروع کیا؛ لیکن شومئی قسمت!

اِسی زمانے میں شدید مہنگائی اور قحط کی وجہ سے مکہ میں اشیائے خورد و نوش کی شدید قلت پیدا ہو گئی؛ چنانچہ چار و ناچار بحری راستے سے واپس اپنے وطن "مصر" لوٹ آئے۔

بلادِ روم و ترک کی سیاحت اور حجِ مبرور کی سعادت حاصل کرنے کے بعد جب آپ اپنے وطن مصر واپس لوٹے؛ تو اس کے کچھ ہی عرصہ بعد قاہرہ میں 947ھ بمطابق 1540ء کو تخمیناً ستاسی (87) سال کی عمر میں اِس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ "هدية العارفين" کے مؤلف اسماعیل پاشا البابانی کی تصریح کے مطابق آپ کی وفات 949ھ بمطابق 1542ء میں ہوئی؛ لیکن محقق اور راجح قول، قولِ اول ہی ہے[8]۔

اساتذہ و تلامذہ

آپ نے اپنے وقت کے مشہور اساطینِ علم سے اکتسابِ فیض کیا ہے؛ جن میں الشیخ برھان البقاعیؒ، حافظ برھان الدین الناجیؒ، قاضی القضاۃ قطب الدین الخیضریؒ، قاضی ناصر الدین بن زریق الحنبلیؒ اور الامام المحدث شمس الدین السخاویؒ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ ملحوظِ خاطر رہے کہ آپ نے نحو کا علم "شھاب الزرعیؒ"، فقہ و اصولِ فقہ کا علم "زین خطابؒ" خاص طور پر "ابو بکر بن قاضی عجلونؒ"، منطق فلسفہ و کلام کی کتابیں "ملازادہؒ"، معانی و بیان کی کتب "ملا حاجیؒ" اور عربی عروض و فرائض کی کتب بمع شروحات "محب البصرویؒ" سے پڑھیں۔ بعد ازاں "شیخ بقاعیؒ" کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا؛ اور ان سے صحیح مسلم پڑھی؛ پھر حلب میں "قل درویشؒ" سے شرح عقائد اور "عثمان الطرابلسیؒ" سے کشاف کی اول تا آخر سماعت کی[9]۔

نیز آپ کے شاگردوں میں بڑے بڑے فقہاء و محدثین کے نام آتے ہیں علماء کی ایک کثیر تعداد نے آپ سے استفادہ عام کیا ہے۔ بنا بریں اِن کے شاگردِ رشید "شیخ الاسلام نجم الدین محمد بن احمد بن علی بن ابی بکر الغیطی السکندریؒ" جب درسِ حدیث دیا کرتے؛ تو ان کی روانگی عبارت اور فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا؛ گویا امام بخاریؒ بول رہے ہوں۔ اِسی طرح آپ کے ایک اور مایا ناز شاگرد "قاضی القضاۃ علاء الدین علی بن احمد بن محمد بن عز الدین بن خلیل الحاضریؒ" ہیں؛ یہ نہایت ہی قادرُ الکلام خطیب اور واعظ تھے اور جامع حلب میں وعظ دیا کرتے تھے۔ یہ فرمایا کرتے:

> "ہم نے 'علامہ الدلجیؒ' سے احادیث کا ایک معتد بہ حصہ سماعت کیا ہے؛ ان جیسا محقق اور جامع المعقول والمنقول شافعی عالم دیکھنے میں نہیں آیا۔"

علمی دنیا میں مقام و مرتبہ

علامہ محمد الدلجیؒ اپنے دور کے مشہور مؤرخ، منطقی اور عروضی[10] ہونے کے ساتھ ساتھ ایک جلیلُ القدر محدّث بھی تھے؛ آپ جملہ عربی علوم و فنون میں اپنے زمانے کے یکتائے روزگار سمجھے جاتے تھے؛ خصوصاً علمِ معانی اور کلام پر عبورِ کامل رکھنے کے ساتھ ساتھ حاشیہ نگاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ علامہ الدلجیؒ اپنی تبحرِ علمی کی وجہ سے ہمیشہ بادشاہوں اور اُمراء کے منظورِ نظر رہے؛ چنانچہ جب آپ دمشق سے سفر پر بلادِ روم و ترک تشریف لے گئے؛ تو وہاں پر سلطان بایزید خان سے ملاقات ہوئی؛ جنہوں نے آپ کی جلالتِ علمی سے متاثر ہو کر حد درجہ تعظیم و تکریم کی؛ اور کئی قیمتی تحفے تحائف دے کر بصد احترام اپنے وطن رخصت کیا۔

مزید برآں اِن کے روحانی مقام و مرتبے کے متعلق ان کے شاگردِ رشید شیخ الاسلام نجم الدین الغیطیؒ کا کہنا ہے:

" مکہ میں قیام کے دوران علامہ محمد الدلجیؒ کو خواب میں آپ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی؛ انہوں نے ان کے سامنے سورۃ النحل کی چند ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں؛ پھر رسول اللہ ﷺ سے براہ راست قرآن مجید کے قراءت کی اجازت مانگی، جو انہیں عطا ہوئی؛ چنانچہ ان کی قراءت کی سند 'عن رسول الله ﷺ عن جبرائيل عن رب العزة جل وعلا' بیان کی جاتی ہے[11]

علاوہ ازیں اکثر معاصر تذکرہ نگار اور مؤرخ بھی علامہ موصوفؒ کی تعریف میں رطبُ اللسان ہیں۔ ان کے ہم عصر اور مشہور محدّث و مؤرخ "امام محمد بن عبد الرحمن السخاویؒ" کا کہنا ہے کہ "اصولِ فقہ اور معانی و بیان میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔" چنانچہ جب علامہ محمد الدلجیؒ کی ملاقات "امام سخاویؒ" سے ہوئی؛ تو انہوں نے ان سے فرمایا کہ "میں نے 'المنہاج' کا اختصار لکھا ہے؛ اِسی سلسلے میں تلاشِ بسیار کے باوصف آپ کی تصانیف مجھے دستیاب نہ ہو سکیں؛ جس کا مجھے ہمیشہ افسوس رہے گا۔" پھر تبرکاً اُن سے چند احادیث کی سماعت فرمائی[12]۔

تالیفات اور علمی کارنامے

علامہ شمس الدین محمد الدلجیؒ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ قلم و قرطاس سے بھی لگاؤ رکھتے تھے؛ چنانچہ انھوں نے درجِ ذیل تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں:

شرح الاربعين النووية فى الحديث، جنة ابكار الافكار، عقائد فى المنطق ثم شرحها، الاصطفاء لبيان معانى الشفاء، دَرْء النحس عن اهل المكس، رفع حجاب العيون الغامزة عن كنوز الرامزة فى علمى العروض والقافية لعبد الله الخزرجى، شرح الجامع الصحيح للبخارى، شرح مقدّمة الجزرية، اللوامع اللهجة باسرار المنفرجة، حاشية على شرح الرسالة السمرقندية، اختصر المنهاج والمقاصد وسماه مقاصدُ المقاصِد، حاشية على مقاصِد

الطالبين للتفتازاني فى علم الكلام وشرحه، غاية الارادات من تحقيق عِصام الاستعارات وغیرہ وغیرہ۔

خلاصۂ بحث

مشرق و مغرب کی جامعات میں جہاں سیرتُ النبی ﷺ کے موضوع پر درجنوں مخطوطات ملتے ہیں وہاں ان میں 935ھ بمطابق 1528ء میں تصنیف کی گئی "الاصطفاء لبيانِ معانى الشفاء" نامی قلمی کتاب ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ پوری دنیا میں مذکورہ مخطوطہ کے اب تک صرف تین قابل استفادہ مکمل قلمی نسخوں کا سراغ ملا ہے؛ جن میں سے پہلا نسخہ "استنبول" دوسرا "قاہرہ" جبکہ تیسرا نسخہ آئرلینڈ کے شہر "ڈبلن" میں دستیاب ہے۔ مخطوطہ ہذا کے مصنف "شمس الدین محمد بن احمد الدلجیؒ (متوفی ۹۴۷ھ) " سرزمین مصر کے اُن نابغہ روزگار شخصیات میں سے ہیں جو اسلام کی تہذیبی و ثقافتی تاریخ میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں؛ آپ جملہ عربی علوم و فنون میں اپنے زمانے کے یکتائے روزگار سمجھے جاتے تھے۔

اِن کا زیرِ نظر مخطوطہ اپنے اندر سیرتُ النبی ﷺ سے متعلق بالعموم اور فقہ السیرۃ سے متعلق بالخصوص علمی نکات اور تاریخی و ثقافتی حقائق کا ایک خزانہ رکھتی ہے۔ بنیادی طور پر "الاصطفاء لبيانِ معانى الشفاء" قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاضؒ (متوفی ۵۴۴ھ) کی شہرہ آفاق کتاب "الشفاء بتعريف حقوق المصطفىٰ" کی ایک تشریحاتی نوٹ کے طور پر لکھی گئی ہے؛ جو اس کتاب کی دیگر شروح میں اپنے عام فہم انداز و اسلوب، سلیس عبارت، نادر و نایاب علمی نکات اور لغوی خوبیوں کے لحاظ سے سب سے عمدہ، وقیع اور مفید ترین شرح ہے۔

یہ قلمی کتاب در حقیقت ان علمی کارناموں میں سے ہے جنہیں علماء اسلام نے ہمارے لئے قیمتی ورثے کے طور پر چھوڑا۔ نیز سرزمینِ مصر کے علماء نے اسلامی ثقافت کی زرخیزی اور اسلامی علوم کی ترقی میں جو فعال اور عملی حصہ لیا؛ یہ مخطوطہ اس پر عمدہ دلیل ہے۔ اِس قلمی کتاب کے انہی خصائص کو سامنے رکھتے ہوئے اُردو ترجمہ کے ساتھ ساتھ اس کے تجزیاتی مطالعہ اور تحقیق و تدوین کا ارادہ کیا گیا ہے تاکہ ان قدیم نوشتوں کی کثیر علمی و ادبی اور دینی و ثقافتی افادیت کے پیشِ نظر ان کو گوشہ گمنامی سے نکال کر علمی و تحقیقی انداز میں شائع کر کے منظرِ عام پر لایا جائے؛ اور یوں زمانہ حال کے فرزندانِ اسلام اور ہماری آئندہ آنے والی نسلیں اپنے آباء واجداد کے علمی کارناموں سے آگاہ ہو کر ان سے کماحقہ استفادہ کر سکیں۔

حواشی و حوالہ جات

1 حاجی خلیفہ، مصطفی بن عبد اللہ کاتب چلپی، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون(بغداد: مکتبۃ المثنیٰ، 1360ھ / 1941ء)، 01 : 1054

2 عمر بن رضا کحالہ، معجم المؤلفین (بیروت: داراحیاء التراث العربی،(س-ن)) 08 : 16

3 Accessed: 20 Dec 2016, <http://www.ahlalhdeeth.com > ,

4 مولوی، عبدالرحیم، لباب المعارف العلمیہ فی مکتبۃ دار العلوم الاسلامیۃ (آگرہ: مطبع آگرہ، 1336ھ/ 1918ء)ص60

5 ابن الغزی، شمس الدین محمد بن عبد الرحمن الدمشقی، دیوان الاسلام(بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1411ھ/ 1990ء)02: 277

6 الزِرِکلی، خیر الدین بن محمود بن محمد بن علی بن فارس الدمشقی، الأعلام (بیروت: دار العلم للملایین، 1422ھ/ 2002ء)07: 56

7 معجم المؤلفین، 11: 256

8 اسماعیل بن محمد امین پاشا البابانی، ھدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین(بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1370ھ / 1951ء) 02: 237

9 نجم الدین الغزی، محمد بن محمد العامری، الکواکب السائرۃ باعیان المئۃ العاشرۃ(بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1418ھ/ 1997ء) 2: 06

10 علم عروض ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے اشعار کے اوزان پرکھے جاتے ہیں۔ابن جنی، ابو الفتح عثمان بن جنی الموصلی، کتاب العروض(کویت: دار القلم، 1407ھ/ 1987ء)01: 55

11 نجم الدین الغزی، محمد بن محمد العامری، الکواکب السائرۃ باعیان المئۃ العاشرۃ(بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1418ھ/ 1997ء) 2: 06

12 السخاوی، شمس الدین محمد بن عبد الرحمن، الضوء اللامع لأھل القرن التاسع (بیروت: منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ، (س-ن))09: 200